"زاویہ" میں اشفاق احمد کے اسلامی افکار و نظریات: ایک جائزہ

Islamic Values in "Zavia" written by Ashfaq Ahmad: An Evlauation

گل سم[i] پروفیسر ڈاکٹر منور ہاشمی[ii]

Abstract

"Zaviah" is Ashfaq Ahmed's masterpiece, who himself was a known writer, philosopher, educator, novelist, and an orator., it projects the concepts of "*Haqooq-ul-Ibad*" (Human Right) and "*Khidmat-e-Khalq*" (Social Welfare). It is inherently a spiritual discourse which eloquently brings forth the social, political, economic, and societal issues. The author dissects those malaises like a skillful physician and then, offers a respite to heal the wound and cure the ailment. In this article, emphasis has been laid on Ashfaq Ahmed's exquisite use of analogies, his impeccable art of storytelling and his magical ability to mold language and words at his own will and in such a manner that the reader is left spellbound. He weaves glorious little tales of love, human to human bonds, the relationship between man and God and the utmost need to repress our egos, thereby showing the path to success which is paved with good intentions coupled with good deeds. Zaviah affects our individual and societal narratives. It takes into stride the cause and effects of the burning issues of modern man e.g., depressions, anxiety and materialistic urges. It further illustrates how the oriental values like human interaction, spiritual growth and need to connect to our origins can help us steer through the murky waters of present materialistic and hedonistic times.It also discusses the effects of such practices in lives of individuals as well as nations. Zaviah holds a significant place in Urdu Literature. It is an illustrious creation of Ashfaq ahmed which encompasses not just his own life lessons but some precious pearls of wisdom of Sufism as well. Hence, it enjoys highest stature among all of Ashfaq Ahmed's works. Through Zaviah, the author has spread the message of positivity and reformation of the society. Therefore, through this article an attempt has been made to inculcate the concept of positive thinking and betterment of the society. Moreover, it will also help in determining the true place of Zaviah in the literary realms. I am hopeful that this article will turn out to be a valuable addition in Urdu Literature.

Keywords: Zaviah, Ishfaq Ahmad, Oriental Values, Human Rights, Social Welfare

تمہید

---

i پی ایچ ڈی اسکالر، ناردرن یونیورسٹی نوشہرہ، خیبر پختونخوا

ii پروفیسر، ناردرن یونیورسٹی نوشہرہ، خیبر پختونخوا

"زاویہ" اشفاق احمد کی ایک شاہکار تخلیق ہے۔اشفاق احمد جو ایک بہت بڑے صوفی، ادیب، معلم، مفکر، مقرر، دانشور، افسانہ نویس اور ڈرامہ نگار تھے۔انہوں نے زندگی کے آخری برسوں میں اپنے ذاتی تجربات و مشاہدات کے ساتھ ساتھ اہل تصوف کے واقعات و فرمودات کو "زاویہ" کی شکل میں پیش کیا۔یہ دراصل ان کے لیکچروں پر مشتمل پروگرام تھا جس کو بعد میں کتابی شکل دی گئی۔اس میں مصنف کے فکری رویوں پر صوفیانہ تصورات کی گہری چھاپ ہے۔اس لیے یہ تصنیف اپنے تمام تر فنی محاسن کے ساتھ ساتھ اسلامی فکر و دانش سے آراستہ ہے۔اس ضمن میں محمد جاوید پاشا کی رائے کو بانو قدسیہ نے اپنی تصنیف "راہِ رواں" میں کچھ یوں رقم کیا ہے:

" اشفاق احمد کی زندگی کے آخری پانچ سات سالوں نے ایک نئے اشفاق احمد کو دریافت کیا۔یہ ایک دانشور اشفاق احمد تھے۔اپنے ٹی وی پروگرام "زاویہ" میں وہ اپنی ذہانت، بصیرت اور دانشوری کی بہت اونچی منزل پر نظر آتے ہیں۔انسانی معاملات، انسان سے انسان کا تعلق، رویّے اور زندگی کے دیگر اہم پہلو پر ان کی سیر حاصل، پُر اثر اور دلچسپ گفتگو ہر عمر کے لوگوں کے لیے مشعل راہ رہی ہے۔قومی اور ذاتی اہمیت کے موضوعات کو ذاتی تجربات اور واقعات سے جس پُرکشش طریقے سے سجاتے ہیں۔اس سے ایک گل گلزار کھل اٹھتا ہے[1]۔"

"زاویہ" عربی زبان کا لفظ ہے جس کا مفہوم "مدرسہ" یعنی علوم و فنون کا مرکز ہے۔قدیم زمانے میں دور دراز کے پہاڑی علاقوں میں بچوں کی بنیادی تعلیم کا ذریعہ "زاویہ" تھا۔اس کے نصاب کی شروعات عربی حروف تہجی کے یاد کرنے سے ہوئی، اور بعد میں چھوٹی سورتوں سے۔جو طلبہ زیادہ دلچسپی لے رہے تھے یا جو زیادہ قابل تھے انہوں نے عربی گرامر، ریاضی، فلکیات اور اسلامیات بھی از بر کیں۔یہ سلسلہ اب بھی مغرب میں جاری ہے اور مغربی افریقہ کے ساحل میں ماری ٹھانا سے لے کر نائجیریا تک تعلیم کا اہم وسیلہ ہے۔

پرانے زمانے میں شمالی افریقہ، الجزائر اور تیونس میں ڈیرے ہوتے تھے۔ان کو خانقاہیں اور تکیے بھی کہا جاتا تھا، وہاں پر صوفی لوگ یعنی "بابے" بیٹھا کرتے تھے۔یہ ڈیرے اسی مقصد کے لیے ہوتے تھے کہ دل کا بوجھ جو انسان سے خود اٹھائے نہیں جاتا وہ ان کے پاس لے جائے۔صوفی لوگ ان کو ایک چھت فراہم کرتے تھے۔ان کے رہنے کے لیے جگہ اور کھانے کے لیے روٹی، پانی وغیرہ کا انتظام کرتے تھے۔دکھی لوگ وہاں بیٹھ کر روحانی شفا حاصل کرتے تھے اور دلی سکون پاتے تھے۔ان ڈیروں اور تکیوں کو "زاویہ" کے نام سے یاد کیا جاتا تھا۔ان کو "رباط" بھی کہتے تھے لیکن "زاویہ" زیادہ مستعمل تھا۔اشفاق احمد "زاویہ" کے پہلے مضمون "بہروپ" میں کہتے ہیں:

"ہم نے بھی اسی تقلید میں پروگرام کا نام زاویہ رکھا ہے۔اس لحاظ سے تو مجھے تھوڑی سی شرمندگی ہے کہ اصل زاویہ نہیں ہے نقل بمطابق اصل ہے لیکن سپرٹ (روح) اسکی وہی ہے کوشش اس کی یہی ہے کہ اس طرح کی باتیں یہاں ہوتی رہیں اور طبیعت کا بوجھ، جو اور پروگراموں میں اور کالموں اور کتابوں سے دور نہیں ہوتا، وہ کسی طور پر یہاں دور ہو سکے[2]۔"

اگر "زاویہ" کے وجود میں آنے کا پس منظر معلوم کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ اشفاق احمد پر باباجی نور والے کے ڈیرے کا زیادہ اثر تھا۔ "زاویہ" کے زیادہ تر مضامین میں اس ڈیرے کا ذکر موجود ہے۔ جہاں پر حضرت سائیں فضل شاہ صاحب (باباجی نور والے) بیٹھا کرتے تھے۔ جن کو وہ "بابا" کے نام سے پکارتے تھے۔ اشفاق احمد جب ولایت سے واپس آئے تو سب سے پہلے 1954ء میں ان کے ڈیرے پر گئے اور کافی عرصہ تک ان کی باتوں سے مستفید ہوتے رہے۔ یہ باباجی کی صحبت کا اثر تھا کہ انہوں نے بھی خود کو ان کی طرح خلق خدا کی خدمت کے لیے وقف کر دیا۔ ان کی باتوں کو ہی بنیاد بنا کر "زاویہ" تشکیل دیا گیا۔ اس ضمن میں اشفاق احمد "من چلے کا سودا" کے دیباچے میں کچھ یوں رقمطراز ہیں:

"کوئی گیارہ ساڑھے گیارہ برس تک ایک متجسس نویسندہ کی حیثیت سے میں "نور والے ڈیرے" پر حاضری دیتا رہا اور سائیں فضل شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ارشادات سمجھنے کی کوشش کرتا رہا[3]۔"

"زاویہ" کی تخلیق کا اصل مقصد معاشرے کی اصلاح ہے۔ یہ انسان کی انفرادی و اجتماعی زندگی، معاشرتی حقوق و فرائض، معاشی و اقتصادی امور کے متعلق ہدایات اور اخلاقی اقدار کے متعلق جامع تعلیمات پیش کرتا ہے۔ اس میں زندگی کی حقیقت کو نہایت پرتاثیر انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ اس میں معمولی اور چھوٹی باتوں کو بڑے تناظر میں پیش کیا گیا ہے جن کو انسان اکثر نظرانداز کر جاتا ہے لیکن مصنف نے ان باتوں کو اس سلیقے سے بیان کیا کہ وہ انسان کے اندر ہی اندر سرائیت کرتی ہیں اور انسان کی سوچ کو نئی راہوں سے متعارف کراتی ہے۔ اشفاق احمد ایک جگہ کچھ یوں کہتے ہیں:

"پہلے ان چھوٹی باتوں پر توجہ دی جائے جن پر توجہ دی جانے کی ضرورت ہے یہ چھوٹی چھوٹی باتیں ہماری زندگیوں پر اس قدر بڑا فرق ڈالتی ہیں اور ہلچل مچادیتی ہیں جس طرح ایک چھوٹی سی کنکری جو ہم گہرے پانی میں پھینکتے ہیں تو لہروں کا ایک تلاطم برپا کر دیتی ہے[4]۔"

دراصل ان چھوٹی باتوں میں انتہا درجے کی گہرائی اور وسعت ہوتی ہے۔ کیونکہ بعض اوقات اللہ تعالیٰ انسان کی چھوٹی سی نیکی سے خوش ہوتا ہے اور اس کو اپنے کرم سے نوازتا ہے یا پھر چھوٹی سی غلطی پر وہ انسان سخت سے سخت سزا کا مرتکب بھی ہو سکتا ہے۔ مسعود صاحب جن کو "زاویہ" کی پروف ریڈنگ کا اعزاز حاصل ہے، انہوں نے اس کے بارے میں جو کہا، اس کو بانو قدسیہ نے اپنی کتاب میں کچھ یوں تحریر کیا:

"زاویہ میں تصوف کے مسائل پر پیچیدہ انداز میں بحث نہیں کی گئی بلکہ یہ زندگی کی ان چھوٹی چھوٹی حقیقتوں کے منظر نامے ہیں جن کو عام آدمی بڑی آسانی سے نظرانداز کر جاتا ہے یہاں تک کہ محسوس بھی نہیں کرتا[5]۔"

زاویہ "کے ہر مضمون نے ایک مکمل قصے کی صورت اختیار کی ہے۔ ایسے قصے جو لطف تو افسانے کا دیتے ہیں لیکن اس کی بنیاد ہمیشہ حقائق پر ہوتی ہے۔ اس لیے اس میں معاشرتی، معاشی، سماجی، اخلاقی، مذہبی اور سیاسی غرض زندگی کے ہر پہلو پر بحث کی گئی ہے۔ اس میں مصنف اپنی گفتگو کے ہلکے پھلکے انداز میں روحانیت اور تصوف کے ٹھوس اور بنیادی حقائق کو کہانی کا لبادہ پہنا کر پیش کرتے ہیں۔

"زاویہ" کا اہم پیغام محبت ہے۔ چاہے وہ انسانوں سے ہو، جانوروں، پودوں یا پھر بے جان اشیاء سے۔ لیکن اس کی اصل بنیاد اللہ تعالیٰ کی محبت ہی ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ ہی اس کائنات کا خالق ہے۔ اس کے علاوہ اس کے اہم موضوعات میں اخلاقیات، ملک سے محبت اور مخلوق خدا کی خدمت شامل ہیں۔ اس کے ساتھ ساتھ اس میں احترام آدمیت، صبر و شکر، حقوق العباد، اتفاق واتحاد، وقت کی اہمیت، ڈپریشن کے مسائل اور ان کا حل، من کی آلودگی، نظم وضبط، عدل وانصاف، تصوف اور کامیاب ازدواجی زندگی، موت کی حقیقت، قناعت پسندی اور دعا کی اہمیت وغیرہ پر بھی روشنی ڈالی گئی ہے۔ دراصل اس کا اہم مقصد ہی انسانیت کی فلاح و بہبود ہے۔ سید سرفراز شاہ صاحب مخلوق خدا سے محبت کے حوالے سے تحریر کرتے ہیں:

"خلق خدا سے یہی محبت ہمیں اللہ سے محبت کی طرف لے جاتی ہے۔ ہم اللہ کی مخلوق سے پیار کرتے کرتے رب سے پیار کرنے لگتے ہیں۔ رب سے پیار کرنے کے نتیجے میں ہمیں رب مل جاتا ہے۔ لیکن اگر کینہ، حسد، بغض، دشمنی، غصہ اور نفرت دل میں ہوں تو مخلوق سے محبت نہیں ہوگی۔ اگر مخلوق سے محبت نہیں ہوگی تو اللہ سے بھی محبت نہ ہو پائے گی اور رب بھی نہیں ملے گا[6]۔"

جبکہ مولانا وحید الدین لکھتے ہیں:

"انسان کی محبت کا معاوضہ انسان کی محبت ہے۔ یہ اصول کسی ایک ملک کے لیے نہیں ہے۔ بلکہ ساری دنیا کے لیے ہے جو لوگ انسانوں کی خدمت کریں، ان کو اس سے ایک طرف بے پناہ قلبی سکون ملتا ہے۔ اس کے ساتھ دوسروں کے اندر انہیں عزت اور محبوبیت کا وہ مقام حاصل ہوتا ہے کہ ان کے دشمن ان کے دوست بن جائیں[7]۔"

غور کیا جائے تو "زاویہ" ایک ایسا انسان پیدا کرنے کا خواہاں ہے جو باطن میں اللہ کا ہوتا ہے اور ظاہر میں مخلوق خدا کی خدمت میں مصروف رہتا ہے۔ دنیا کی پریشانیوں، غموں اور دکھوں سے آزاد وہ اپنے فرائض میں ایسا مشغول رہتا ہے جس کو نفرت، حسد، بغض اور نکتہ چینی کے لیے وقت ہی نہیں ملتا۔ وہ اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر شکر بجالاتا ہے اور جن چیزوں سے وہ محروم ہے ان پر صبر کرتا ہے۔ وہ ایک حقیقت پسند انسان بن جاتا ہے جو دوسروں کو ٹھیک کرنے کی بجائے پہلے خود اپنے آپ کا محاسبہ کرتا ہے۔ خود کو راہ راست پر لانے کے بعد وہ دوسروں کو سیدھے راستے پر لانے کے لیے کوشاں رہتا ہے لیکن صرف قول کی حد تک نہیں بلکہ عمل کے ذریعے اس کو ثابت کرتا ہے۔ وہ اللہ کے دیئے ہوئے مال کو اپنی ملکیت تصور نہیں کرتا۔ بلکہ وہ اسے اللہ کا مال سمجھتا ہے۔ اس لیے وہ اللہ کی راہ میں دل کھول کر خرچ کرتا ہے۔ اسے پتہ ہوتا ہے کہ "دتے میں سے دینا ہے میں نے کون سا اپنے پلے سے دینا ہے۔" اس لیے خدمت خلق کا کوئی بھی موقع وہ ہاتھ سے جانے نہیں دیتا اور اسی طرح وہ ایک بابا بن جاتا ہے۔ اشفاق احمد کہتے ہیں:

"بابے وہ ہوتے ہیں جن میں تخصیص نہیں ہوتی۔ اگر آپ زندگی میں کبھی کسی شخص کو آسانی عطا کر رہے ہیں تو آپ بھی بابے ہیں۔ اگر آسانی نہیں عطا کر رہے تو آپ اپنی ذات کے ہیں[8]۔"

صبر و شکر ایسے اوصاف ہیں جو ایمان کے کامل ہونے کی دلیل ہیں۔ اس کے ذریعے انسان رنج وراحت اور خوشحالی و تنگ دستی میں ایسا طرز عمل اختیار کرتا ہے جو اللہ تعالیٰ کے فرمان کے عین مطابق ہوتا ہے۔ اس دنیا میں انسان کو جن حالات کا

سامنا کرنا پڑتا ہے وہ بعض اوقات تو اس کے لیے خوشگوار جبکہ بعض اوقات تکلیف دہ ثابت ہوتے ہیں۔ ان دونوں صورتوں میں ایک مومن کو جو مثبت رویہ اختیار کرنا چاہیے وہ صبر و شکر کا رویہ ہے۔ "زاویہ" میں کچھ ایسے واقعات بیان کیے گئے ہیں جو مشکل حالات میں صبر کرنے اور مشکلات حل کرنے کی اہلیت پیدا کرتا ہے۔ تائی کریم کی زندگی کو بطور مثال پیش کیا گیا ہے کہ کس طرح اس نے نامسائد حالات کا صبر واستقامت کے ساتھ مقابلہ کیا اور سرخرو ہوئی۔ اشفاق احمد زندگی کی چھوٹی چھوٹی باتوں میں صبر کی تلقین کرتے ہیں مثال کے طور پر اگر ٹریفک زیادہ ہو تو بار بار ہارن نہیں بجانا چاہیے بلکہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے صبر سے کام لینا چاہیے۔ اس سلسلے میں ان کا بیان ملاحظہ ہوں:

"آپ ٹریفک میں پھنسے ہوئے ہوں تو بے چینی کا مظاہرہ نہ کریں، کیونکہ ایک مسلمان کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ بے چین ہو، کیونکہ اللہ اس کے ساتھ ہے۔ اس کا دین اس کے ساتھ ہے۔ اور اس کو جو روشنی ملتی ہے وہ اپنے پرانوں سے، بزرگوں سے، اپنے پرکھوں سے، ساتھیوں سے ملتی ہے اس کو بھگانے کی ذرا بھی ضرورت نہیں، آپ اس وقت ورد کریں، یا لطیف، یا ودود تو آرام سے بیٹھے رہیں۔ جب ٹریفک کھلے گا۔ مشکل دور ہوگی۔ تو پھر آپ نکل پڑیں۔ بجائے اسکے کہ آپ بے چینی کا شکار ہوں[9]۔"

صبر کی وضاحت مولانا وحید الدین خان اپنی کتاب "اسلام ایک تعارف" میں کچھ یوں کرتے ہیں:

"صبر پسپائی نہیں ہے۔ صبر کا مطلب جوش والے راستہ کو چھوڑ کر ہوش والے راستہ کی طرف اقدام کرنا ہے۔ صبر یہ ہے کہ آدمی نازک مواقع پر اپنے جذبات کو تھامے۔ وہ اپنی عقل کو استعمال کر کے زیادہ مفید سمت میں اپنے عمل کا میدان تلاش کرے[10]۔"

صبر کے ساتھ ساتھ شکر پر بھی تفصیل سے بات کی گئی ہے۔ چونکہ صبر کسی چیز کے نہ ملنے پر کیا جاتا ہے تو شکر کسی چیز کے ملنے پر ادا کیا جاتا ہے۔ کسی کے احسان و عنایت پر اس کی تعریف کرنا، اس کا شکریہ ادا کرنا، اس کا احسان ماننا اور زبان سے اس کا اظہار کرنا شکر کہلاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سب سے زیادہ شکر کی مستحق ہے۔ اس سلسلے میں اشفاق احمد کہتے ہیں:

"آپ نہ صرف اللہ کی مہربانیوں کا شکر ادا کیا کریں بلکہ جو آپ پر کوئی احسان کرے، اس کا شکر ادا کریں۔ اس سے معاشرے کے کئی بگاڑ ختم ہو سکتے ہیں[11]۔"

ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن اپنی کتاب "اسلامی تعلیمات" میں تحریر کرتے ہیں:

"شکر کے معنی کسی نعمت کا تصور اور اس کے اظہار کے ہیں۔ شکر کی ضد کفر ہے جس کے معنی نعمت کو بھلا دینے اور اسے چھپا رکھنے کے ہیں۔ شکر کی تین قسمیں ہیں۔ شکر قلبی، شکر لسانی اور شکر بالجوارح[12]۔"

اشفاق احمد کا سب سے بڑا غم اور دکھ یہ ہے کہ ہم ناشکرے کیوں ہوتے جا رہے ہیں جس کے پاس گاڑی ہے وہ بڑی گاڑی کی تمنا میں پریشان ہے۔ سائیکل والا سکوٹر کو حسرت بھری نگاہ سے دیکھ رہا ہے۔ ہم نہ گرمی سے مطمئن ہیں نہ ہی سردی سے۔ اس بیماری نے ہماری روحوں اور وجودوں کو بری طرح متاثر کیا ہے اور یہ ہمارے آگے بڑھنے کے راستے مسدود کر رہی ہے۔ ان کو یہ بھی افسوس ہے کہ ہم نے اپنے انبیاء علیہ السلام کے ارشادات کو کیوں بھلا دیا ہے جنہوں نے ہر موقع پر صبر کا دامن تھامے رکھا اور ہر حال میں شکر ادا کرتے رہے۔ جبکہ ہم مسلمان ہو کر بھی ہر وقت بے چین رہتے ہیں اس لیے وہ

مسلمانوں کو "زاویہ" کے ذریعے یہ پیغام دیتے ہیں کہ ہمیں انبیاء کرام کی پیروی کرنی ہوگی اور ان کی تعلیمات پر عمل کرنا ہوگا ۔ہر حال میں اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنا ہوگا تب ہی ہم اپنا کھویا ہوا مقام حاصل کر سکتے ہیں۔

"زاویہ" میں وقت کو بڑی اہمیت دی گئی ہے۔ کسی بھی انسان کی زندگی میں وقت کو فراموش نہیں کیا جا سکتا۔اشفاق احمد اس کو ایک قیمتی تحفے کے طور پر پیش کرتے ہیں کہ انسان جب کسی کو وقت دیتا ہے گویا اس کو اپنی زندگی عطا کرتا ہے۔ کیونکہ انسان سب سے پہلے وقت لیتا ہے پھر اس کو بیچ کر تحفے میں تبدیل کرتا ہے اور پھر دوسروں کو پیش کرتا ہے۔ مثلاً اس نے کچھ وقت لے کر کام کیا اس سے جو کمایا اس سے تحفہ خرید کر دوسروں کی خدمت پیش کیا۔اس بات کی وضاحت مصنف کچھ یوں کرتے ہیں:

"انسان دوسرے انسان کو جو سب سے بڑا تحفہ عطا کرتا ہے، وہ وقت ہے۔اس سے قیمتی تحفہ انسان انسان کو نہیں دے سکتا۔آپ کسی کو کتنا بھی قیمتی تحفہ دے دیں اس کا تعلق گھوم پھر کر وقت کے ساتھ چلا جائے گا[13]۔"

اشفاق احمد انسان سے التجا کرتے ہیں کہ اگر کچھ نہیں کر سکتے تو اپنا تھوڑا سا وقت دوسروں کو دے دیں تا کہ ان کو بھی اپنی اہمیت کا اندازہ ہو جائے۔ کیونکہ وقت ہی ایک ایسی دولت ہے جو ایک بار ضائع ہو جائے تو پھر کبھی کبھی ہاتھ نہیں آتا۔ جو لوگ وقت کی قدر کرتے ہیں وقت ان کی قدر کرتا ہے اور جو اسے ضائع کر دیتے ہیں، وقت انہیں ناکارہ بنا دیتا ہے۔ یہ کسی کا انتظار نہیں کرتا لیکن اگر انسان اس کی قدر کرنا سیکھ لے تو پھر وقت اس کا ضرور انتظار کرتا ہے۔اس ضمن میں ڈاکٹر طاہر حمید تنولی "من بولتا ہے" میں کچھ یوں تحریر کرتے ہیں:

"نظر اور انتظار کا گہرا تعلق ہے۔وقت کسی کا انتظار نہیں کرتا مگر سب اس میں شامل نہیں، ان کا وقت ضرور انتظار کرتا ہے جو وقت پر نظر رکھتے ہیں[14]۔"

اشفاق احمد کامیاب ازدواجی زندگی کو تصوف قرار دیتے ہیں۔ جس خاندان کی زندگی کا مقصد صرف اللہ تعالیٰ کی خوشی ہو وہی تصوف کے معیار پر پورا اترتا ہے۔ وہ اس بات پر زور دیتے ہیں کہ اپنے گھر کے لیے کبھی بھی "غریب خانہ" کا لفظ استعمال نہیں کرنا چاہیے کیونکہ جس گھر میں اللہ کی رحمتیں اور برکتیں ہوں، اولاد ہوں، وہ غریب خانہ نہیں بلکہ "رحمت خانہ" ہوتا ہے۔ اگر دیکھا جائے تو اسلام نے بھی مضبوط خاندانی نظام کے قیام کو بڑی اہمیت دی ہے۔ میاں بیوی خاندان کے اہم ستون ہیں۔ اگر ان کے خیالات میں ہم آہنگی ہو اور دونوں اپنے حال پر خوش ہوں تو ان کے لیے یہ دنیا ہی جنت سے کم نہیں۔ لیکن اس سلسلے میں ایک اہم بات یہ بھی ہے کہ دونوں اللہ اور اس کے رسولؐ کے احکامات کی پیروی کرتے ہوں اور اللہ کی دی ہوئی نعمتوں پر راضی ہوں تو صرف ایسا خاندان ہی کامیاب اور پر سکون زندگی بسر کر سکتا ہے۔ اس بات کی وضاحت اشفاق احمد کچھ اس طرح کرتے ہیں:

"اطمینان والا نفس اسی وقت میسر ہو گا جب آپ جہاں اور جس حال میں ہیں، اس پر خوش ہوں۔ جو شخص اور گھرانہ ناخوش رہے گا، ناشکرا ہو گا، اس سے محبت اور پیار نہیں مل سکتا۔ جس کا نفس مطمئن ہے اس کے لیے راستے کھلے ہی کھلے ہیں[15]۔"

اشفاق احمد نے "زاویہ" کے ذریعے معاشرے کی فلاح و بہبود کا بیڑا اٹھایا۔ یہی وجہ ہے کہ "زاویہ" معاشرے کو اہمیت دیتا ہے اور ہر انسان کو حق خود ارادیت دینے کا خواہاں ہے۔ ان پڑھ اور غریبوں کو ان کی عزت نفس لوٹانا اس کا مقصد ہے تاکہ معاشرے کا امن و سکون بحال ہو ۔ ہر انسان کو اس کا حق ملے اور وہ احسن طریقے سے اپنے فرائض انجام دے، اور یہی باتیں اسلام میں بھی بیان کی گئی ہیں۔ ڈاکٹر محمد فاروق احمد خان اس سلسلے میں لکھتے ہیں:

"اسلام نے معاشرے کو بہت اہمیت دی ہے۔ وہ ایک پاکیزہ معاشرت وجود میں لانا چاہتا ہے، جس میں ہم آہنگی، دلی سکون و اطمینان ہو، انصاف ہو اور جس میں انسانی فطرت کے تمام تقاضے، اعتدال کے ساتھ، پورے کئے گئے ہوں[16]۔"

"زاویہ" کے مطابق ایک ایسا معاشرہ جس میں چند لوگوں کو دوسروں کے مقابلے میں زیادہ حقوق دیئے جائیں وہ معاشرہ زیادہ دیر تک قائم نہیں رہ سکتا۔ ہر طرف بد امنی پھیل جاتی ہے۔ ساتھ ہی دنگا فساد شروع ہو جاتا ہے اور یوں معاشرے کا خاتمہ ہو جاتا ہے۔ اس لیے "زاویہ" ہر ایک کو مساوی حقوق و فرائض دینے کا خواہاں ہے۔ کیونکہ جب ہر انسان اپنی زندگی کا یہ دستور بنالے کہ ایک مسلمان ہونے کی حیثیت سے وہ کسی کے دکھ اور تکلیف کا سبب نہ بنے اور وہ اپنے فرائض جانے اور دوسروں کے حقوق کا خیال رکھے تو ظاہر ہے کہ مسلم معاشرہ امن و امان اور راحت و عافیت کا گہوارا بن جائے گا۔ دراصل اسلام نے نیکی اور بھلائی کے پھیلانے اور خیر کی فضا قائم رکھنے کی ذمہ داری معاشرے کے ہر فرد کے ذمہ لگائی ہے۔ اس سے کوتاہی دنیا میں فساد اور پریشانی کا ذریعہ ہے۔ مصنف ایک جگہ لکھتے ہیں:

"مجھے معلوم ہو چکا ہے کہ اسلام کا مطلب سلامتی ہے۔ جو شخص اسلام قبول کر لیتا ہے، وہ سلامتی میں داخل ہو جاتا ہے اور جو شخص سلامتی میں داخل ہو جاتا ہے، وہ سلامتی ہی عطا کرتا ہے۔ اس کے مخالف عمل نہیں کرتا۔ جس طرح ایک معطر آدمی اپنے گردوپیش کو عطر بیز کر دیتا ہے۔ اسی طرح ایک مسلمان اپنے گردوپیش کو خیر اور سلامتی سے لبریز کر دیتا ہے۔ اگر کسی وجہ سے مجھ سے اپنے ماحول کو اور اپنے گردوپیش کو سلامتی اور خیر عطا نہیں ہو رہی تو مجھے رک کر سوچنا پڑے گا کہ میں اسلام کے اندر ٹھیک سے داخل بھی ہوں یا نہیں[17]۔"

"زاویہ" میں ایک ایسے انسان کو بھی موضوع بنایا گیا ہے جو دنیا کی خواہشوں، پریشانیوں، دکھوں اور مصیبتوں میں گھر کر آخر کار ڈپریشن جیسے مہلک عارضہ میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ زندگی بوجھ لگنے لگتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب انسان یہ تصنیف پڑھتا ہے تو خود کو ہلکا پھلکا محسوس کرتا ہے اور زندگی سے محبت کرنے لگتا ہے۔ کیونکہ بقول مصنف اس کی تخلیق کا مقصد ہی یہ ہے کہ کچھ پیچیدگیاں، دکھ اور پریشانیاں جو انسان کے دل و دماغ پر بوجھ بنتی ہیں، ان کو دور کیا جا سکے اور اگر غور کیا جائے تو مصنف اپنے اس مقصد میں کافی حد تک کامیاب نظر آ رہے ہیں۔

انسانی زندگی میں دعا کی بڑی اہمیت ہے۔ اس کے لیے صبر، برداشت اور ثابت قدمی کے علاوہ خشوع و خضوع اور عاجزی و انکساری بہت ضروری ہے۔ یہ پوری توجہ کا تقاضا کرتی ہے۔ "زاویہ" میں اس کے تین رخ دکھائے گئے ہیں۔ ایک یہ کہ دعا مانگتے ہی فوراً قبول ہو جاتی ہے۔ دوسرا یہ کہ یہ کبھی کبھی رک جاتی ہے کیونکہ اللہ نے انسان کے لیے پھولوں سے بھرا

ٹوکرا تیار کر رکھا ہوتا ہے جبکہ وہ ایک پھول مانگ رہا ہوتا ہے۔ جب انسان زیادہ اصرار کرتا ہے تو وہ پھول تو اسے دے دیتا ہے لیکن ٹوکرا اس کے لیے رکھ لیتا ہے۔ تیسرا یہ کہ وہ رد کر دی جاتی ہے جس طرح انسان اپنے بچے کے روشن مستقبل کے لیے کچھ رقم سنبھال کر رکھ دیتا ہے وہ اس کو اسی وقت نہیں دیتا بلکہ وقت آنے پر دے دیتا ہے۔ بالکل اسی طرح اللہ تعالیٰ اس کو ملتوی کر دیتا ہے کہ وقت آنے پر دے دوں گا۔ اس سے اشفاق احمد یہ واضح کرتے ہیں کہ اگر انسان کو اپنے اللہ پر کامل یقین ہو تو دعا ضرور قبول ہوتی ہے۔ اس ضمن میں قدرت اللہ شہاب "شہاب نامہ" میں لکھتے ہیں:

"دعا کے بارے میں مجھے کامل یقین ہے کہ خلوص دِل سے نکلی ہوئی دعا ہمیشہ قبول ہوتی ہے۔ یہ الگ بات ہے کہ قبولیت انسان کی مرضی کے مطابق ہو یا اللہ کی رضا کے مطابق جو خوش قسمت لوگ اپنی خواہشات اور مرضی کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے تابع رکھنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں۔ ان کے نزدیک دونوں صورتیں برابر ہوتی ہیں۔ اگر ان کی دعا ان کی اپنی خواہش کے مطابق پوری ہو جائے تو اس نعمت پر سجدہء شکر بجا لاتے ہیں۔ اور اگر ان کی خواہش کے مطابق پوری نہ ہو تو وہ اسے بھی اللہ کی رضا کے مطابق قبولیت ہی سمجھتے ہیں اور اسکے سامنے بصدِ خوشی سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ عبدیت کی یہ شان اگر مستحکم ہو کر ترقی پاتی رہے۔ تو رفتہ رفتہ انسان کی رسائی کسی حد تک مقام مرادیّت تک بھی ممکن ہو سکتی ہے۔ اس مقام کی ارفع ترین بلندی پر حضرت محمدؐ فائز تھے[18]۔"

اشفاق احمد کے مطابق انسان کی کئی بیماریوں کا سبب من کی آلودگی ہے کیونکہ دلوں میں حسد، نفرت اور بغض و عناد وغیرہ کی وجہ سے کئی خطرناک بیماریاں جنم لیتی ہیں۔ اس لیے وہ دل کی طرف خصوصی توجہ دینے کا کہتے ہیں کیونکہ جب انسان کا اندر ٹھیک ہو تو باہر کی شخصیت خود بخود نکھر جاتی ہے۔ تکبر اور غرور کے برعکس اس میں عاجزی اور انکساری آ جاتی ہے۔ مصنف ایک جگہ لکھتے ہیں:

"مسئلہ بھوک افلاس کا نہیں، غربت افلاس کا نہیں، کثرت آبادی کا نہیں، اشیاء خوردنی کی کمی کا نہیں مسئلہ دل کے بگاڑ کا ہے۔ اسی دل کے بگاڑ کو دور کرنے کے لئے انبیاء تشریف لائے تھے۔ وہ لوگوں کو معیشت کا فن اور سائنس کے گر نہیں سکھاتے تھے۔ ان کے دلوں کے مرض دور کرتے تھے۔ ان سے ہوس، لالچ اور تکبر کو دور کرتے تھے۔ انسان کو انسان بننا سکھاتے تھے[19]۔"

اس بات کی وضاحت قدرت اللہ شہاب کچھ یوں کرتے ہیں:

"قلب کو دنیا کی فضولیات سے خالی رکھا جائے تو اس میں فروتنی، عجز اور انکسار کے شگوفے کھلتے ہیں۔ ان شگوفوں کی خوشبو عُجب اور کبر کی بدبو کو نکال کر باہر کرتی ہے۔ عُجب میں انسان دوسرے کو تو حقیر نہیں سمجھتا لیکن اپنے کو عظیم سمجھتا ہے۔ کبر میں دوسرے کو بھی حقیر سمجھتا ہے۔ یہ رذائل قلب کی صفائی کو گندگی سے آلودہ کر دیتے ہیں۔ اس غلاظت سے نجات حاصل کرکے اگر قلب کو عجز و انکسار کی پستی میں بچھا دیا جائے تو اس کا رُخ پاکیزگی کے پرنالے کی جانب مڑ جاتا ہے[20]۔"

"زاویہ" کا اہم موضوع خدمت خلق ہے۔ مصنف ہر جگہ خلق خدا سے مدد کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ اس لیے اس میں حقوق العباد کے ادا کرنے پر زیادہ زور دیا گیا ہے کیونکہ حقوق اللہ سے کوتاہی ہو جائے تو اللہ بڑا رحیم و کریم ہے انسان کو معاف کر دیتا ہے لیکن حقوق العباد کے ادا نہ کرنے پر انسان کی پکڑ ہو گی جب تک وہ انسان خود اس کو معاف نہ کر دے۔ اس

لیے مصنف انسانیت کی خدمت کا درس دیتا ہے۔ مولانا اشرف علی تھانوی حقوق العباد کی اہمیت کے بارے میں کچھ یوں رقمطراز ہیں:

"حقوق اللہ در حقیقت حقوق النفس ہیں کیونکہ اگر تعمیل نہ کی تو خدا کا کیا ضرر، البتہ حقوق العباد اشد اس لیے بھی ہیں کہ ان میں ضرر دوسرے کو پہنچتا ہے، معلوم ہوا کہ معاشرت میں غیر ضرر سے بچنا زیادہ مئوکد ہے[21]۔"

اشفاق احمد معاشرتی واخلاقی پہلو کا گہرا شعور رکھتے تھے۔ ان کی پیشکش کا انداز نہایت جدید اور موثر ہے۔ اس لیے "زاویہ" کی طرز تحریر میں تاثیر ہے۔ زندگی اور اس میں پیش آنے والے مسائل کے متعلق مصنف کا شعور منطقی اور استدلالی ہے جو انسان کے ذہن و قلب کو بہت جلد متاثر کرتا ہے۔ یہ تصنیف چونکہ انسان کی اصلاح کی غرض سے لکھی گئی ہے اس لیے اس اصلاحی مقصد کی وجہ سے بہت اہمیت کی حامل ہے۔ اس کے ذریعے سے ہی مصنف نے اپنا ورثہ اگلی نسل تک پہنچا دیا ہے۔ مسعود صاحب کے بیان کو بانو قدسیہ نے کچھ یوں قلم بند کیا ہے:

"جب کبھی میں اپنے گھر پر اکیلا ہوتا یا اپنے دوست احباب کے ساتھ! ہم سب "زاویہ" دیکھتے اور سنتے تو ایک عجیب و غریب سحر میں مبتلا ہو جایا کرتے۔ ہمیں لگتا جیسے ہم سب ماضی کی قصہ گوئی کے دور میں واپس چلے گئے ہیں ہم سب اپنی اس واپسی پر بڑا آنند محسوس کرتے تھے اور ہمیں یوں لگتا جیسے یہ داستانی طرز گفتگو ہماری جینز میں پہلے سے کہیں موجود ہے اور خان صاحب نے اسے پھر سے دریافت کر لیا ہے۔ انہوں نے بڑے منفرد انداز میں ہمارے ماضی کا ورثہ ہمیں لوٹا دیا ہے[22]۔"

"زاویہ" ایک ایسی تصنیف ہے جس میں صوفی اشفاق احمد نے اپنے خیالات کی تبلیغ و تشریح کے لیے صدہا مثالیں دی ہیں۔ اپنے کرشماتی اسلوب کے ذریعے کہیں معاشرے، کبھی مذہب، کہیں گاؤں، کہیں شہر، کہیں انسانی فطرت، کہیں خدائی جلوہ افروزی، کہیں ملکی اور کہیں بین الاقوامی سطح پر ہمیں اپنے تفکر اور تدبر میں شمولیت کی دعوت دی ہے اور خود بھی دنوں ان پر غور و غوض کیا ہے۔ آخر کار اپنے ان مشاہدات اور تجزیات کا نچوڑ "زاویہ" کی صورت میں پیش کیا۔

"زاویہ" کا اردو ادب میں ایک اہم مقام ہے کیونکہ یہ مثبت سوچ پر مبنی تصنیف ہے۔ ہماری زندگی ہماری سوچ و افکار کی مرہون منت ہے۔ اس لیے ہماری زندگی وہی کچھ بنتی ہے جس طرح ہمارے خیالات ہوتے ہیں۔ ہماری سوچ ہی ہمارے اعمال اور ان کے متعلقہ نتائج کو جنم دیتی ہے۔ اس لیے "زاویہ" انسان کی سوچ کو مثبت انداز سے بدلتا ہے۔ اس میں نیکی کے فروغ اور برائی کی روک تھام کی باتیں نہایت منفرد طریقے سے بیان کی گئی ہیں جسے پڑھ کر انسان کو اچھے کاموں کی رغبت اور برے افعال سے نفرت ہو جاتی ہے۔ یہ تصنیف افسردہ، مایوس، ناامید اور بے ہمت انسانوں کے لیے خوشبودار ہوا کا جھونکا ہے جس کو پڑھ کر انسان کی زندگی سنور جاتی ہے اس لیے "زاویہ" کے نام کے سلسلے کی یہ کتابیں دلوں اور ذہنوں کے لیے طمانیت اور کشادگی کا تازہ پیغام بن جاتی ہے۔ اس کی مقبولیت کے بارے میں ریاض محمود صاحب اپنے ایک مضمون میں کچھ یوں لکھتے ہیں:

"زاویہ" پروگرام جسے اشفاق صاحب ہر ہفتے پی ٹی وی سے پیش کرتے تھے۔ ساری دنیا میں سننے والے اردو داں طبقے میں انتہائی مقبول تھا۔"

اس بحث سے یہ نتیجہ اخذ کیا جا سکتا ہے کہ "زاویہ" اشفاق احمد کی ایک لازوال تخلیق ہے اور ان کی تمام تصانیف سے بڑھ کر ہے کیونکہ اس کا اصل مقصد ہی اصلاح معاشرت ہے اور یہ اردو ادب میں ایک بیش بہا اضافہ ہے۔ چونکہ ہر مضمون کے آخر میں مصنف آسانیاں عطا کرنے کی دعا دیتے ہیں اس لیے اس بحث کا اختتام بھی اسی دعا پر کیا جاتا ہے:

"اللہ آپ کو آسانیاں عطا فرمائیں، اور آسانیاں تقسیم کرنے کا شرف عطا فرمائیں۔"

حواشی و حوالہ جات

1 بانو قدسیہ، راہ رواں: 344، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2011ء

2 اشفاق احمد، زاویہ: 8*9 سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، مارچ 2010ء

3 اشفاق احمد، دیباچہ، من چلے کا سودا: 5، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2005ء

4 زاویہ: 209

5 راہ رواں: 624

6 سرفراز اے شاہ، فقیر رنگ: 58، جہانگیر بکس، لاہور (س۔ن)

7 مولانا وحید الدین خان، کتاب زندگی: 206، مشتاق بک کارنر، لاہور، 2002ء

8 زاویہ: 58

9 نفس مصدر: 188

10 مولانا وحید الدین خاں، اسلام ایک تعارف: 297، الرسالہ بکس، نئی دہلی، جنوری 1998ء

11 زاویہ: 14

12 ڈاکٹر حافظ قاری فیوض الرحمٰن، اسلامی تعلیمات: 249، شکیل پریس، کراچی، جولائی 2001ء

13 زاویہ: 21

14 ڈاکٹر طاہر حمید تنولی، من بولتا ہے: 33، انسٹی ٹیوٹ آف ریسرچ اینڈ ڈیولپمنٹ، لاہور، جون 2007ء

15 زاویہ: 181

16 ڈاکٹر محمد فاروق خان، اسلام کیا ہے؟: 307، دار التذکیر، لاہور، 2006ء

17 اشفاق احمد، بابا صاحبا: 458 سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، 2010ء

18 قدرت اللہ شہاب، شہاب نامہ: 1221، سنگ میل پبلی کیشنز، لاہور، مارچ 2010ء

19 زاویہ: 161

20 شہاب نامہ: 1170

21 مولانا اشرف علی تھانوی، حقوق العباد: 41، ادارہ اسلامیات، 2000ء

22 راہ رواں: 625